اہل بنگال کی بہادری اور قربانی کا ذکر

بوسنیا کیلئے چندہ کی تحریک پر جماعت کا والہانہ لبیک

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ رفروری ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۱ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۲ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۳ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ (الصّف: ۱۱ تا ۱۴)

پھر فرمایا:۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کا سالانہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور بنگلہ دیش کے امیر صاحب نے تمام جماعت کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان کے جلسہ کو بھی آج کے خطبہ کا حصہ بنا لیا جائے اور بیک وقت جمعہ بھی ہوگا اور ان کے جلسہ میں تمام عالمی جماعتوں کی شمولیت بھی۔ اس موضوع پر انشاء اللہ ابھی میں آپ سے مخاطب ہوں گا لیکن اس سے پہلے میں ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ

کے عالمی جلسوں کی صورت بنادی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعتوں پر اتنا گہرا اور اتنا انقلابی اثر پیدا ہو رہا ہے کہ اس کے متعلق خواہ کتنا بھی اندازہ کیا جاتا لیکن اتنا اندازہ نہیں تھا کہ خدا تعالیٰ اس نئی صورت میں کتنی برکت رکھ دے گا اور جماعتوں کو کتنا غیر معمولی فائدہ پہنچے گا جو بہت سے خطوط ملتے ہیں ان کا کبھی کبھی میں مختصر ذکر کرتا ہوں لیکن یہ ذکر اب میری استطاعت سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ پہلے عموماً جو خطوط ملا کرتے تھے وہ ہزاروں کی تعداد میں بھی سہی لیکن اکثر و بیشتر انہی لوگوں کے تھے جو خط لکھنے کے عادی ہیں اور اب جو نیا دور شروع ہوا ہے اس میں بکثرت ایسے نئے احباب کی طرف سے اور خواتین اور بچوں کی طرف سے خطوط ملنے لگے ہیں جو ٹیلی ویژن پر خطبہ دیکھنے سے پہلے خطوں کا رابطہ نہیں رکھتے تھے اور بہت ہی زیادہ گہرے اثر کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے خیالات اور جذبات اور ان پاک تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کے اس فضل کے نتیجہ میں ظاہر ہونا شروع ہوئی ہیں۔

مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آیا کرتی تھی کہ ٹیلیویژن پر تو یہاں بھی خواتین دیکھتی ہیں اور ٹیلیویژن کے ذریعہ دیکھنے کا الگ انتظام تو یورپ میں عام ہے پھر آخر ٹیلی ویژن پر یہ اثر اتنا زیادہ کیوں پڑتا ہے۔ میری بیٹی فائزہ نے جو آج کل پاکستان گئی ہوئی ہے اس نے مجھے فون پر بتایا کہ میں پہلے حیران ہوا کرتی تھی کہ آپ کن باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کیا اثر ہے لیکن پاکستان آکر جب میں نے پہلی دفعہ خطبہ دیکھا ہے تو بیان نہیں کرسکتی کہ کیسا اثر تھا یوں لگتا تھا کہ واقعۃً آپ آسمان سے اتر آئے ہیں اور سامنے ظاہر ہو گئے ہیں۔ کہتی ہے سب بچے بڑے اور خواتین جو ساتھ تھیں یوں ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہی تھیں جیسے ایک حیرت انگیز واقعہ، ایک معجزہ رونما ہوتا ہے، تو دراصل یہ صرف ٹیلی ویژن کا قصہ نہیں ہے، ٹیلی ویژن پر دور دراز کے لوگوں کو دیکھنے کی تو سب دنیا کو عادت پڑ چکی ہے کوئی بڑی بات نہیں رہی، یہ اللہ کا احسان ہے، یہ خدا کا خاص اعجاز ہے جو اس نے جماعت کے حق میں دکھایا ہے، اس روزمرّہ عام چیز نے ایسی غیر معمولی طاقت پیدا کر دی ہے کہ جو دلوں میں انقلاب برپا کر رہی ہے تو اس احسان کو ہمیشہ ذہن میں رکھ کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گانے چاہئیں۔

اس ضمن میں بعض اور باتیں بلکہ کئی اور باتیں ہیں، جو انشاء اللہ آئندہ کسی خطبہ میں بیان کروں گا کیونکہ جماعت احمدیہ آج کل جس نئے دور میں داخل ہوئی ہے اس کی پرانے صحیفوں میں

خوشخبریاں دی گئی تھیں اور امت محمدیہ میں بھی بہت سے بزرگوں نے بڑی واضح پیشگوئیاں فرمائی تھیں کہ یہ واقعہ ہوگا اور امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا اس سلسلہ میں مختلف احبابِ جماعت جو خطوط لکھ رہے ہیں ان میں بہت سے ذوقی نکتے بھی ہیں جوان کے دل کو پسند آ گئے لیکن دنیا کے سامنے ایک واضح ثبوت کے طور پر پیش نہیں کئے جاسکتے لیکن بعض ایسے قطعی شواہد بھی ہیں جن کے متعلق کوئی انسان جو تعصّب سے پاک ہو شک نہیں کرسکتا کہ یہ کھلم کھلا الٰہی نوشتے تھے جو پورا ہور ہے ہیں، تو اس سلسلہ میں انشاء اللہ بعد میں ذکر چلے گا۔

پاکستان میں دیہات کی جماعتوں پر جو اثر ہے اس سے میرا دل بہت راضی ہوا ہے بعض ایسے ضلعے تھے جو رفتہ رفتہ سرکتے سرکتے بہت پیچھے جا چکے تھے اور ان کے پیچھے ہٹنے کا تعلق صرف میری ہجرت سے نہیں بلکہ ایک لمبے عرصہ سے کچھ ایسے عوامل تھے جن کے نتیجہ میں وہ آباؤ اجداد کی ان پاکیزہ اور عظیم روایات کو زندہ نہیں رکھ سکے جو اس ضلع کے بزرگوں سے وابستہ تھیں، لیکن اس سلسلہ میں باوجود اس کے کہ پہلے بہت کوششیں کی گئیں اور پاکستان سے یہاں آنے سے پہلے خاص طور بعض ضلعوں کے متعلق میں نے یہ بھی پروگرام بنایا کہ تمام جماعتی ادارے بیک وقت ان کی طرف متوجہ ہوں، خدام، انصار، لجنات اور اصلاح وارشاد کی جو تمام مختلف صورتیں ہیں، کوئی تعلیم القرآن سے تعلق رکھنے والی، کوئی مقامی سے اور کوئی دوسری، یہ سارے مل کر یکدفعہ زور لگائیں، زور بھی لگایا گیا لیکن کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ اب ان ضلعوں سے ان کے دیہات سے جو خط مل رہے ہیں حیرت ہو رہی ہے کہ دیکھتے دیکھتے اس قدر حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہورہی ہیں کہ انسان ان کا وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا تھا اس سلسلہ میں بھی بعض باتیں انشاء اللہ بعد میں بیان کروں گا۔ اب ایک عام دلچسپی کی مختصر سی بات کہہ کر مضمون کو پھر بنگلہ دیش کے جلسہ کی طرف منتقل کردوں گا وہ یہ ہے کہ لوگ جو خط لکھ رہے ہیں ان میں آج کل میری داڑھی پر بڑے تبصرے آرہے ہیں اور کئی لوگوں نے تو اس کے باقاعدہ ڈرامے بنا دیئے ہیں۔ ایک نوجوان نے خط لکھا کہ ہم نے آپ کو کالی داڑھی والا بھجوایا تھا۔ ہائے اس ملک کا جس نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ آپ کے بال سفید کر دیئے اور آدمی کس کس بات کا رونا روئے، ان کو میں بتاتا ہوں کہ آپ کے ملک سے سفید داڑھی لے کر ہی آیا تھا اور کچھ وسمہ اور خضاب بھی ساتھ لایا تھا پھر اس ملک کا خضاب استعمال کرنا شروع کیا لیکن خضاب سے جوانی کا

کوئی تعلّق نہیں ہے۔ بعض لوگ اس طرح کھلے کھلے لفظوں میں یہ تو نہیں کہتے لیکن یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ بہت بزرگ لگنے لگ گئے ہیں اور ماشاء اللہ ایک اور سا رنگ آ گیا ہے بعض کہہ دیتے ہیں کہ بہت کمزور لگنے لگ گئے ہیں بعض تعلّقات ایسے ہوتے ہیں جس میں انسان کھل کر صاف بات کہہ نہیں سکتا تو کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو لیکن مختلف بہانے بناتے ہیں۔ اس پر مجھے اپنے ملک کا مزاج یاد آ گیا کہ عام طور پر تو ''سادہ'' لفظ بہت اچھا ہے۔ نیک صاف فطرت والے لوگ جن میں کوئی تصنع نہ ہو ان کو سادہ کہا جاتا ہے مگر ہمارے ملک کا رواج یہ ہے کہ کسی بڑے آدمی کو بیوقوف کہنا ہو تو اس کو بھی سادہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمارے فلاں صاحب بڑے سادہ ہیں، مطلب یہ کہ کافی بیوقوف آدمی ہیں تو سیدھا سادہ بوڑھا کہو یہ کیا مطلب ہوا کہ بزرگ لگنے لگ گئے ہو۔ یہ ہے وہ ہے، جہاں تک کمزوری کا معاملہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کوئی کمزوری نہیں ہے خضاب سے انسانی جسم کی طاقت کا کوئی تعلق نہیں۔ آپ کو مجھے دیکھ کر کوئی تقویت ملتی ہو گی لیکن میری ذات کو خضاب سے کبھی کوئی تقویت نہیں ملی تھی اور اللہ کے فضل سے میں اسی طرح صحت مند ہوں جس طرح پہلے تھا اور اگر کوئی کمزوریاں پہلے تھیں تو اب بھی ہیں۔ اللہ ان کو بھی دور فرما دے، گھبرائیں نہیں یہ جو رنگ بدلنا ہے یہ اتفاقی قدرتی چیزیں ہیں۔ اللہ فضل فرمائے صحت کے لئے دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب ذمہ داریوں کو ہمت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

بنگلہ دیش کو پیغام کے سلسلہ میں مَیں نے آج انہی آیات کو موضوع بنایا ہے جن کی پچھلے خطبہ میں بھی تلاوت کی تھی اور مضمون پوری طرح بیان نہیں ہو سکا تھا۔ بنگلہ دیش بہت ہی بڑے ابتلاء میں سے بلکہ بار بار ابتلاؤں میں سے گزرا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ باوجود اس کے کہ جماعت چھوٹی اور دیکھنے میں کمزور ہے مگر ایمان اور ہمت اور استقلال اور بہادری میں اور ثابت قدمی میں دنیا کی کسی جماعت سے پیچھے نہیں بلکہ اکثر جماعتوں سے آگے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اتنے بڑے بڑے بوجھ، اس حیرت انگیز طریق پر جماعت نے اٹھائے اور ہمت سے مسکراتے ہوئے بغیر خوف کے اظہار کے بڑے بڑے خوفوں سے گزر گئے اور بڑے بڑے نقصانات کے رونے نہیں روئے اور اللہ کی حمد کے گیت گاتے ہوئے اس بات پر شکر کرتے ہوئے کہ خدا نے ہمیں توفیق بخشی اور استقامت عطا فرمائی۔ وہ جماعت آگے سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور ہر ابتلاء کا فوری نتیجہ خدا

کے غیر معمولی فضلوں کی صورت میں ان پر نازل ہو رہا ہے اور ہر وہ کوشش جوان کو کمزور بنانے کی کی جا رہی ہے وہ ان کو پہلے سے بہت زیادہ طاقتور بنا کر نکالتی ہے۔ یہ تو خدا کا ایک عمومی سلوک ہے جو سب الٰہی جماعتوں سے ہوا کرتا ہے لیکن جیسے کہتے ہیں جتنا گُڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ تو وہ ماشاء اللہ اپنی قربانیوں میں گُڑ بہت ڈالتے ہیں اور ویسے بھی ان کو میٹھے کی بہت عادت ہے اس لئے یہ گُڑ والا محاورہ ان پر خاص صادق آتا ہے کیونکہ (میٹھا) تو ان کی خاص کمزوری ہے اور میں جب بھی بنگلہ دیش میں سفر پر جایا کرتا تھا تو مصیبت پڑی ہوتی تھی اتنا میٹھا کھلاتے تھے کہ ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اور ان کے لئے یہ عام خاطر تھی اور ہمارے لئے وہ مشکل بن گئی تھی۔ مگر قربانیوں کا جہاں تک تعلق ہے ان میں جتنا میٹھا ڈالیں اچھا ہے کیونکہ وہ میٹھا تو منظور ہی منظور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ آپ کی قربانیوں کو بہت جلد جلد پھل عطا فرماتا ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ ان آیات میں دیئے گئے سارے وعدوں کا بنگلہ دیش کے اوپر اطلاق ہو جن کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔

میں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ عام طور پر قرآن کریم میں جہاں قربانیوں کا ذکر ملتا ہے وہاں اس سے ملتی جلتی جزا کا بھی بالعموم ذکر ہے اور بالعموم مضمون مثبت جزا سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اس آیت میں منفی رنگ میں جزاء کا ذکر ہے مثلاً فرمایا۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۱۱﴾

ہم تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر نہ دیں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے گی۔

قرآن کریم کی بعض آیات میں صرف مثبت وعدوں کا ذکر ہے مثلاً فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ کہ خدا نے مومنوں سے ان کی جانوں کا اور ان کے اموال کا سودا کر لیا ہے بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ کہ اس کے بدلے ان کو جنت عطا ہوگی، اب ان دونوں آیات کے مضامین اس طرح ملتے جلتے ہیں کہ تجارت کی جو تفصیل بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ تُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ تم خدا کی راہ میں مجاہدہ کرو۔ اپنے اموال کے ذریعے اور اپنے انفس کے ذریعے۔ تبدیلی صرف اتنی ہے کہ وہاں انفس کو پہلے لایا گیا اور اموال کو بعد میں رکھا گیا اور یہاں اموال کو پہلے لایا گیا اور انفس کو بعد میں رکھا گیا۔

اس مضمون میں بہت گہرائی ہے۔قرآن کریم میں جب ترتیب بدلی جاتی ہے تو بہت گہرے مطالب کو پیش نظر رکھ کر بدلی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں، میں پھر دوبارہ بات کروں گا۔قرآن کریم کا ایک تیسرا طریق یہ ہے کہ دونوں کا اکٹھا ذکر فرماتا ہے۔موقع اور محل کے مطابق ایک قربانی کا ذکر فرما کر اس کی جزاء بعض شر سے بچانے کی صورت میں بھی دیتا ہے اور وعدہ فرماتا ہے اور بعض عطاؤں کی صورت میں اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(حم السجدہ:۳۱)

کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب صرف خدا ہے اور ہر دوسرے رب کا انکار کر دیتے ہیں۔یہ ایسا مضمون ہے جو اس آیت میں شامل ہے یعنی بظاہر کھلے کھلے لفظوں میں نہیں فرمایا گیا لیکن بالکل واضح طور پر اس میں شامل ہے۔صرف رَبُّنَا اللّٰہُ نہیں کہتے بلکہ ہر غیر اللہ کی ربوبیت کا انکار کرتے ہیں ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا پھر وہ استقامت اختیار کر جاتے ہیں۔استقامت کا مضمون دراصل بتا رہا ہے کہ غیر اللہ کا انکار انہوں نے کیا ہے۔ورنہ خالی آپ، ہمارا رب، ہمارا رب کہتے رہیں تو دنیا کو کیا مصیبت پڑی ہے۔کیا سودا اٹھا ہے کہ آپ کے پیچھے پڑ جائے، دنیا اپنی ربوبیت کے انکار کے نتیجہ میں غصہ دکھاتی ہے جب آپ اُن سے مستغنی ہوتے ہیں اور صرف خدا کے ہو جاتے ہیں، غیروں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیتے ہیں، تب آپ کے خلاف مخالفتوں کی مہمیں چلائی جاتی ہیں۔اس لئے اس مضمون میں یہ بات شامل ہے اس کا نتیجہ کیا ہے۔فرمایا۔ تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا۔خالی رَبُّنَا اللّٰہُ کہنے سے تو کوئی خوف وارد نہیں ہوا کرتے، جب غیر اللہ کا انکار کرتے ہیں تو پھر ہر طرف سے خوف گھیر لیتے ہیں اور وہ خوف کچھ طبعی ہیں اور کچھ مصنوعی۔طبعی یہ کہ جب آپ صرف خدا کو رب بنالیں اور غیر سے مدد مانگنا چھوڑ دیں۔یہ ایک ایسا مضمون ہے جو بڑے لمبے سفر کا حال بیان کرتا ہے۔غیر اللہ سے ربوبیت کا تعلق توڑنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اچانک واقع ہو جائے وہ لوگ جو غیر اللہ سے ربوبیت کا تعلق توڑ کر اللہ کی ربوبیت میں آتے ہیں۔وہ ایک لمبا سفر اختیار کرتے ہیں۔آہستہ آہستہ، آہستہ آہستہ، لمبے عرصہ تک تھوڑا تھوڑا تعلق پہلے توڑا جاتا ہے اور پھر

ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہی رب ہے اور کوئی رب نہیں تو اس وقت پھر خوف سامنے دامن گیر ہو جاتے ہیں وہاں پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ اگر میں نے فلاں بات کے لئے جھوٹ نہ بولا تو میرا رزق کا یہ ذریعہ ختم ہو جائے گا۔ فلاں بات کے لئے فلاں چالا کی نہ کی تو میرا یہ رزق کا ذریعہ ٹوٹ جائے گا دھوکہ نہ دیا تو یہ نقصان پہنچے گا۔ فلاں بدی نہ کی تو یہ نقصان پہنچے گا۔ یہ وہ طبعی مقامات خوف ہیں جن کا اس آیت میں ذکر موجود ہے اس وقت جو لوگ ان خوفوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ردّ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باوجود اس کے ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ ہم نے جس کو رب بنانا تھا اس کو رب بنالیا ہے اس لئے اے جھوٹے ربوب، اے مصنوعی خداؤ! تم ہماری نظر سے دفع ہو جاؤ ہمیں آئندہ کبھی تمہاری کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہ وہ مقام ہے جس پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں۔ دوسرا ہے جب غیر آپ کے اموال کو نقصان پہنچاتے ہیں وہ آپ کی دکانیں جلاتے آپ کے گھروں کو آگ لگاتے اور آپ کی ساری عمر کی محنت کی کمائیاں چھین کر لے جاتے ہیں۔ اس وقت غیر اللہ کی طرف سے یہ بتایا جاتا ہے کہ تم کیا کہتے تھے کہ خدا ہمارا رب ہے خدا ہمارا رب ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس تھا اب ہم تم سے لے گئے ہیں اب بتاؤ دیکھتے ہیں تمہارا رب تمہارا کیا کرتا ہے۔ اس وقت پھر یہ مضمون صادق آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کیا پیغام لے کر؟ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا دیکھو جو ہو چکا وہ ہو چکا اب تم ہماری حفاظت میں آگئے ہو۔ اَلَّا تَخَافُوْا غیر اللہ کا کوئی خوف نہیں کرنا۔

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض لوگوں کو حفاظت کا وعدہ دیا جاتا ہے اور اس کے بعد حالات تبدیل کر دیئے جاتے ہیں اور ایک یہ معنی ہے کہ جو کچھ یہ کر گزریں دلیری کے ساتھ ان چیزوں کو برداشت کرو۔ جب خدا کو اپنایا ہے تو پھر اس کی خاطر غیر کے خوف کی قطعاً کوئی ضرورت ہی نہیں ہے چنانچہ شہداء کا یہی حال ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ ان پر بھی تو فرشتے نازل ہو رہے تھے۔ ان سے بھی تو خدا ہم کلام تھا لیکن بظاہر ان کا خطرہ ٹالا نہیں گیا لیکن ان کو ایک ایسی بے خوفی عطا کی گئی جس کا دور ونزدیک ایک رعب طاری ہو گیا تھا۔ ایک عیسائی جو وہاں کا سب سے بڑا انجینئر تھا۔ انگلستان سے گیا ہوا تھا اس نے اپنی کتاب میں اس کا نقشہ کھینچا ہے اور اس حیرت سے کھینچا ہے کہ معلوم ہوتا ہے مرتے دم تک اس کے دل پر اس بات کا اثر تھا کہ ایسا بے خوف انسان تھا۔

ایسا انڈر تھا۔ وہ مرتے وقت ان کی فکر میں مبتلا تھا۔ ان کو کہہ رہا تھا کہ خدا کا عذاب نہ تمہیں پکڑے پس لَّا تَخَافُوْا کا ایک یہ بھی معنی ہے اور لَا تَحْزَنُوْا کے مقام سے تو وہ اوپر جا چکے ہوتے ہیں وہ سب کچھ گنوا کر بھی خوش رہتے ہیں اور ذرّہ بھی پروانہیں کرتے۔

یہ تو مخفی رنگ میں وعدے تھے یا ان کی کیفیت کا بیان لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ اب تمہیں ہم خوشخبری دیتے ہیں کہ صرف یہی نہیں کہ تم خوف سے بلند کر دیئے گئے ہو اور یہ مقام خوف سے بلند ہونا بہت عظیم مقام ہے اور حزن سے بلند کر دیئے گئے ہو۔ جو کچھ گزر جائے نہ خوف تمہارے قدموں کو چھو سکتا ہے نہ حزن تمہیں دکھ پہنچا سکتا ہے۔ یہ دنیا کے لئے ابتلا ہیں تم ان ابتلاؤں سے بالا کر دیئے گئے ہو لیکن یہی نہیں فرمایا تمہارے لئے خوشخبریاں ہیں ایسی جنتیں ہیں جو دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہیں اور ان جنتوں میں اللہ کی رضا کے ساتھ تم داخل کئے جاؤ گے۔ تو اس آیت میں یہ دونوں مضامین بیک وقت بیان ہوئے ہیں لیکن جن آیات میں بظاہر ایک ہی مضمون ہے۔ ان آیات کے سیاق وسباق کو دیکھیں تو لازماً دونوں قسم کے مضامین ہمیشہ وہاں اکٹھے دکھائی دیں گے۔ منفی انداز میں بھی اجر کا ذکر ہے اور مثبت انداز میں بھی لیکن اکیلی آیت جس میں سودا ہی منفی رنگ میں بیان ہو وہ مجھے صرف یہی آیت دکھائی دی۔ یہ ایک ہی آیت ہے جس میں وعدہ یہی کیا گیا ہے کہ تمہیں عذاب الیم سے بچایا جائے گا اور اس آیت کا بھی سودا سے تعلق ہے اور وہ آیت جس میں مثبت انداز میں وعدہ کیا گیا ہے اس کا بھی سودے سے تعلق ہے اور دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک جگہ قربانی میں جان کی قربانی کو پہلے رکھا گیا ہے اور دوسری میں اموال کی قربانی کو پہلے رکھا گیا ہے۔

بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں بیان کیا تھا قرآن کریم کے بہت سے بطون ہیں، بہت ہی گہرائیاں اس کے مضامین میں ہیں جان کی قربانی میں سب سے بڑی قربانی شہادت ہے اس میں صرف عمر کی جان کی قربانی بھی داخل ہے لیکن جو شہید ہو جائے گا اس کے لئے حزن کا یا فکر کا یا عذاب الیم کا تو کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا اس کے لئے تو سیدھا جزا کا معاملہ ہے اور جنت ہی جنت ہے تو فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ کہ وہ لوگ جو خدا سے اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں، اموال کا سودا کر لیتے ہیں اور اس بات پر بیعت

کرتے ہیں ان کے لئے جنت ہے۔ یہاں جنت کا ذکر انفس کے پہلے ذکر کے نتیجہ میں لازمی تھا۔ معاً بعد اگر انفس کی قربانی اپنی انتہائی شکل میں قبول ہو جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلنا چاہئے جنت ہی جنت لیکن اگر اموال پہلے ہیں تو یہ قربانیوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے اموال جاتے ہیں اور کئی قسم کے مصائب انسان پر توڑے جاتے ہیں۔ کئی قسم کے مظالم کئے جاتے ہیں اور جانیں بھی تلف ہوتی ہیں لیکن زندگی کی ایک لمبی کشمکش ہے اس لئے اس کشمکش میں عَذَابٍ اَلِیْمٍ کے نظارے دنیا میں دیکھے جاتے ہیں اور دکھائے جاتے ہیں تو پہلے عَذَابٍ اَلِیْمٍ سے بچنے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ بعد میں اگلی آیت میں مثبت مضامین بھی بیان ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں تفصیل کے ساتھ جو اجر بیان ہوا ہے وہ کسی پہلو کو باقی نہیں چھوڑتا اور اس آیت کا جماعت احمدیہ سے بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ یہ سورۃ الصّف کے آخر پر ہے اور سورۂ الصّف میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی ظلّی آمدِ ثانی کا احمد نام کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمد نام سے دی تھی جو آج تک بائیبل میں موجود ہے۔ اگر چہ تحریف کر کے اس لفظ کے حلیے بگاڑنے کی کوشش کی گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام محققین اپنے دل سے جانتے ہیں کہ یہاں ذکر احمد ہی کا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کا۔ دھوکے سے اور تلبیس کے ذریعہ اس کو چھپانے کی کوشش بھی کریں تو یہ حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ احمد، محمد مصطفیٰ ؐ کا ہی دوسرا نام ہے لیکن خدا کے کلام کی عجیب شان ہے کہ مسیح سے وہ نام دلوایا جو آخری زمانہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک اور شان کی صورت میں دنیا میں جلوہ گر ہونا تھا۔ شان محمدیؐ نے پہلے زمانہ میں جلوہ دکھانا تھا اور شان احمدی نے بھی پہلے زمانہ میں ایک جلوہ دکھانا تھا لیکن دوسرے وقت میں جبکہ آخری کا زمانہ آنا تھا اس میں صرف شان احمدی نے ظہور کرنا تھا اور مسیح کے منہ سے وہ نام نکلوایا جس نے مسیح کی آمدِ ثانی کی صورت میں بھی پورا ہونا تھا۔ بڑا ہی فصیح و بلیغ کلام ہے۔

تو جماعت احمدیہ کا سورۂ صف کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اور جماعت احمدیہ بنگلہ دیش جس شان کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر رہی ہے اور جس اخلاص کے ساتھ ثابت قدمی سے ابتلاؤں کو برداشت کر رہی ہے اور نیکیوں میں آگے بڑھ رہی ہے اس وجہ سے میں نے انہی آیات کو آج اُن کے جلسہ کے لئے موضوع بنایا تا کہ ان کو پتا لگے کہ قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے بظاہر

کہنے کو تو یہاں یہ ذکر نہیں کہ 4۔ بخشی بازار ڈھا کہ میں یہ ہوگا یا برہمن بڑیہ میں فلاں بات ہوگی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو نقشے کھینچے ہیں کہ خدا کی خاطر کیا کیا تکلیفیں اٹھائی جاتی ہیں وہ یہاں موجود ہیں اور اس کی جزا جو دی جاتی ہے وہ بھی ذکر ہے فرمایا تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ جو کچھ بھی مصیبتیں تم پر ٹوٹیں جو مظالم تم پر توڑے جائیں تم ثابت قدمی کے ساتھ اپنے اموال کی قربانی بھی پیش کرتے چلے جاتے ہو اور جانوں کی قربانی بھی پیش کرتے چلے جاتے ہو چنانچہ وہاں جس قسم کے ہولناک حالات پیدا کئے گئے ہیں، برہمن بڑیہ میں مثلاً اور 4۔ بخشی بازار ڈھا کہ میں ان حالات کے نتیجہ میں بڑے بڑے بہادروں کا بھی پتہ پانی ہوسکتا تھا اور بڑے بڑے دلیر کہلانے والے بھی خوفزدہ ہو سکتے تھے لیکن چھوٹے بچے کیا اور مرد کیا اور بڑے کیا سب نے صبر کا اور استقامت کا ایسا عظیم نمونہ دکھایا ہے۔ اس دلیری کے ساتھ ان خوفوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھجکے بغیر اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے اور ظالموں نے ان کو اس طرح پیٹا ہے جس طرح کسی مٹی کے ڈھیر پر سوٹے برسائے جا رہے ہوں اور اف نہیں کی چیخیں نہیں ماریں، شور نہیں مچایا، منتیں نہیں کیں اور کسی قسم کی بھی کمزوری کا اظہار نہیں کیا۔ ان میں جو بوڑھے تھے وہ بھی تقریباً جاں بلب ہو گئے اور جوان اور بچے جو تھے وہ بھی بہت بُری طرح پیٹے گئے۔ بہت دردناک طریق پر ان کو مارا گیا یہاں تک کہ بعض دیکھنے والے غیر احمدیوں نے جب دیکھا تو بعد میں تعجب کا اظہار کیا کہ بچ کس طرح گئے کیونکہ جس حال میں وہ چھوڑ کر گئے تھے بظاہر بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن بنگلہ دیش کی جماعت کی جو خوبی میں بیان کر رہا ہوں وہ ان کی بہادری ہے۔ ذرّہ بھر بھی انہوں نے وحشت نہیں دکھائی خوف کا اظہار نہیں کیا اور اللہ کے فضل سے بڑی محبت اور پیار کے ساتھ خدا کی خاطر ان دکھوں کو برداشت کیا۔ ان کے سامنے لمبے عرصہ کی قربانیوں کا پھل جو بخشی بازار کی عمارت کی صورت میں تھا اور اس میں مختلف قسم کا قیمتی فرنیچر بھی سجا ہوا تھا مختلف کمرے تھے، رہائش کی مختلف جگہیں بھی تھیں، مسجد بہت خوبصورت سجائی گئی تھی۔ بہت خرچ کیا گیا تھا لائبریری تھی جس میں قرآن کریم تمام دنیا کی نہیں تو بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ شدہ وہاں سجایا گیا تھا ان سب چیزوں کو اپنے سامنے آگ لگتے، جلتے برباد ہوتے ہوئے بظاہر دیکھا لیکن قطعاً واویلا نہیں کیا اور بعد میں بھی جو خط مجھے وہاں سے ملے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے اس جماعت کو غیر معمولی طور پر

اخلاص اور استقامت عطا فرمائی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر معمولی طور پر بنگال کی جماعت نے خدا کی راہ میں ثابت قدمی دکھائی ہے۔

ایک احمدی خاتون کے متعلق مثلاً مجھے خط ملا کہ جب اُن کو خبر ملی۔ اُن کا کوئی عزیز رشتہ دار کوئی تعلق والا وہاں نہیں تھا اور جب اُن کو پتا چلا کہ کتنے خوفناک حالات ہیں اور کس بُری طرح مارا پیٹا جا رہا ہے اور تقریباً ذبح کر کے لوگ چھوڑ گئے ہیں تو اُن کا پہلا ردّعمل یہ تھا کہ بغیر کسی سے بات کئے فوراً رکشا پکڑا اور کہا کہ میں کیوں محروم رہوں، میں وہاں پہنچوں گی اور میں بھی دفاع میں حصہ لوں گی۔ چنانچہ جب وہ پہنچی ہیں تو وہاں سب ہنگامہ ختم ہو چکا تھا اور پہنچ کر انہوں نے وہاں لوگوں کو دیکھا۔ کچھ زخمی تھے اور کچھ دوسرے انہوں نے کہا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو مار رہے تھے۔ میں بھی تو اسی لئے آئی تھی، تو اُن کو بتایا گیا کہ یہ سب معاملہ تو ختم ہو چکا ہے اب تو زخمی ہسپتال جا رہے ہیں جو آ گئیں تھیں وہ کچھ ٹھنڈی ہوگئی ہیں اور کچھ ٹھنڈی کی جا رہی ہیں۔

تو بنگالی احمدیوں کا ذکر خیر اور اُن کی استقامت کا اور اخلاص کا ذکرِ خیر تاریخ احمدیت میں ہمیشہ کے لئے سنہری لفظوں سے محفوظ ہونا چاہئے اور جماعت کو جو اس کی جزا ملے گی، وہ میں آپ کو اس آیت کے حوالے سے بتا تا ہوں کہ کیا کیا چیز وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور کما چکے ہیں اور آئندہ اس تجارت کے اور بھی بہت سے پھل انشاء اللہ تعالیٰ ان کو ملنے والے ہیں۔ فرمایا۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش تمہیں پتا ہوتا کہ اس میں تمہارے لئے کیا کیا بھلائیاں مضمر ہیں۔ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ پہلی جزاء یہ بتائی کہ تمہارے گناہ بخشے جائیں گے تو کتنی خوش نصیب وہ جماعت ہے جو استقامت کے ساتھ اُس ابتلاء سے گزر جائے جس کی جزا کے طور پر سب سے پہلا انعام یہ ہو رہا ہے کہ کسی گناہ کے متعلق فکر نہ کرو تمہارے سارے گناہ ہم نے بخش دیئے ہیں وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور خدا تعالیٰ تمہیں ایسی جنات میں داخل کرے گا جس میں نہریں بہتی ہوں اور سرسبزی اور شادابی دائمی ہو وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور بہت ہی تسکین بخش، سکینت عطا کرنے والے گھر عطا کئے جائیں گے۔

مساکن کا مطلب ہے، گھر لیکن مسکن کے اندر سکینت کا مضمون شامل ہے اور مساکن اس کی

جمع ہے۔ مسکن میں دراصل گھر کی تعریف کی گئی ہے گھر ہوتا ہی وہ ہے جہاں سکینت ہو۔ اس لئے وہ لوگ جو اپنے گھروں کو جہنم بنا لیتے ہیں اور لڑائی جھگڑے، بدتمیزی، بداخلاقی اور اپنی بیویوں پر زیادتی کے نتیجہ میں یا بیویوں کی زیادتی کے نتیجہ میں ایک عذاب میں مبتلا ہیں اور گھر جانے کو دل نہیں چاہتا ان کے گھروں پر لفظِ گھر تو بولا جا سکتا ہے لیکن مساکن کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا کیونکہ مسکن تو ہے ہی وہی جہاں انسان کو سکینت نصیب ہو پھر فرمایا۔ طَیِّبَۃً ۔ وہ صرف سکینت والے گھر نہیں ہیں۔ وہاں بہت پاکیزہ سکینتیں ہیں۔ وہ گھر فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ایسی جنتوں میں ہیں جو ہمیشہ ہمیش کی ہیں وہ کبھی اختتام کو نہیں پہنچیں گی۔ پس جو احمدی گھر جلائے گئے یا لوٹے گئے یا جن جگہوں سے احمدیوں کو بے گھر کیا گیا ان کے لئے یہ ساری خوشخبریاں ہیں۔ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۔ یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ پھر فرمایا وَ اُخۡرٰی تُحِبُّوۡنَہَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ اور کچھ اور بھی باتیں ہیں۔ تُحِبُّوۡنَہَا جن سے تم محبت رکھتے ہو۔ فرمایا ہم تمہیں بخش دیں گے، تمہیں جنات میں داخل کریں گے تمہاری سب کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔ یہ ساری باتیں بیان فرما کر بعض لوگوں کے لئے یہ پیغام بھی دیا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس دنیا میں بھی تو تم کامیابیاں دیکھنا چاہتے ہو صرف آخرت کے وعدے تمہیں پوری طرح خوش نہیں کر سکتے اور یہ ایک طبعی بات ہے ایک انسان جن مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے، بعض دفعہ بے اختیار دل چاہتا ہے کہ جس نے مصیبت ڈالی ہے وہ بھی تو دیکھے کہ ہمارے ساتھ کون ہے اس قسم کی ایک دردناک کیفیت سے گزرتے ہوئے ضیاء کی زندگی میں کہی ہوئی میری ایک نظم میں ایک یہ شعر بھی تھا کہ

ے ہم نہ ہوں گے تو ہمیں کیا؟ کوئی کل کیا دیکھے

آج دکھلا جو دکھانا ہے دِکھانے والے (کلام طاہر صفحہ:۱۷)

ہم ایسی دردناک حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ اگر یہ ظالم جو کچھ کر رہا ہے اسی طرح کرتا ہوا نکل گیا اور ہنستے ہوئے نکل گیا تو کل خدا ضرور اپنی نصرت کے نمونے جماعت کو دکھائے گا اور جماعت کے دشمنوں کی ذلت کے نظارے بھی دنیا کو دکھائے گا لیکن اگر ہماری ساری عمر اس طرح گزر گئی تو ہمیں کیا کل کوئی کیا دیکھے۔ یقین تو ہے کہ تیرے وعدے پورے ہوں گے مگر

ع آج دکھلا جو دکھانا ہے دکھانے والے

تو یہ جو کیفیت ہے اسی کیفیت کا دراصل قرآن کریم میں ذکر ہے، فرماتا ہے۔ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ہم جانتے ہیں ہماری تمہارے دلوں پر نظر ہے یہ نہ سمجھو کہ ہمیں علم نہیں۔ صرف جنت کی خوشخبریوں کے یہ وعدے تمہیں پوری طرح تسکین نہیں بخش سکتے۔ تم اور بھی باتیں چاہتے ہو۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ اللہ کی نصر بڑی شان کے ساتھ تمہارے لئے آنے والی ہے۔ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ اور تمہیں قریب ہی میں بڑی فتح عطا کی جائے گی وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اے محمدؐ! مومنوں کو خوشخبری دے دے کہ اُن کی ساری آرزوئیں پوری ہوں گی، آخرت کی بھی اور دنیا کی بھی۔ آخرت کی آرزوؤں کو اس لئے پہلے ذکر کیا کہ دراصل وہی باقی رہنے والی ہیں۔ انسان اپنی بے وقوفی اور غلطی کی وجہ سے یا عجلت کی وجہ سے پہلے دنیا کی خواہشوں کی تمنا کرتا ہے اور پھر آخرت کی طرف اس کی نگاہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر چونکہ وقت کے ساتھ وابستہ نہیں وہ ایک ایسی نظر ہے جو زمان و مکان سے بالا نظر ہے، نہ وقت کی قید اس کو محدود کرتی ہے نہ مکان کی قید اُسے محدود کرتی ہے اس لئے وہ حقیقت کو دیکھتا ہے اور جس حقیقت میں زیادہ شان پائی جاتی ہو اُسے پہلے بیان فرماتا ہے۔ بعض دفعہ مضمون اور طرف میں بدل بھی جاتا ہے مگر یہاں اس صورت کا اطلاق ہو رہا ہے۔ خدا نے پہلے آخرت کی خوشخبریاں دیں کہ وہی باقی رہنے والی ہیں۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ وہی ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ انسان کمزور ہے اور دنیا کے اوپر اس کی نظر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ یہاں بھی کچھ ہو جائے تو فرمایا کہ فکر نہ کرو، یہاں بھی کچھ ہوگا۔ تمہیں ضرور نصر عطا کی جائے گی، ضرور فتوحات تمہارے قدم چومیں گی۔

پس اہل بنگال اور بنگال کی جماعتوں کو یہ خوشخبری ہے کہ جو کچھ ہوا ہے اُس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل مختلف صورتوں میں ظاہر ہوں گے، آخرت سے تعلق رکھنے والے فضل بھی نازل ہوں گے اور دنیا سے تعلق رکھنے والے فضل بھی نازل ہوں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس خوشخبری میں صرف بنگال کے احمدی ہی نہیں بلکہ بنگال کے عوام الناس بھی عموماً داخل ہیں اس لئے کہ بنگالی مزاج میں ایک ایسی شرافت پائی جاتی ہے جو مذہبی جنون رکھنے والی قوموں میں عموماً نہیں پائی جاتی۔ مذہبی جنونی تو وہاں موجود ہیں لیکن بنگال کا مزاج عدل والا مزاج ہے اور عقل کے لحاظ سے میں نے بنگالی کا دماغ دیکھا ہے کہ ہمارے پنجابیوں کی نسبت روزمرہ کے معاملات میں سیاست میں مسائل کو سمجھنے میں بہت زیادہ روشن ہے۔ وجہ یہ نہیں ہے کہ اُن کے دماغ کی قسم اچھی ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ اُن میں انصاف

پایا جاتا ہے اور سب سے زیادہ پاگل کرنے والی چیز بے انصافی ہے۔ اس لئے پنجاب میں ویسے دماغ بہت اچھے ہیں وہ جب دنیا کے علوم میں تتبع کرتے ہیں، جستجو کرتے ہیں تو بڑی بڑی ترقیاں پا جاتے ہیں۔ سیاست کے ایچ پیچ میں بھی خوب جوہر دکھاتے ہیں لیکن گہری عقل اور تقویٰ کی روشنی عدل کے بغیر نصیب نہیں ہوا کرتی۔ وہاں عدل کم ہے اور اسی نے ساری مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ **اگر پاکستان کو عدل نصیب ہو جائے تو پاکستانی قوم دنیا کی کسی قوم سے کوئی پیچھے نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ صفِ اوّل کی قوموں میں غیر معمولی چمکنے والی قوم بن سکتی ہے** مگر بہر حال بنگلہ دیش کی جو خاص خوبی مجھے دکھائی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان میں عدل پایا جاتا ہے۔ پنجابی کے مقابل پر بہت زیادہ عدل مزاج لوگ ہیں۔

پس ساری قوم نے بڑا ہی عمدہ ردِّعمل دکھایا ہے۔ اتنی کھلم کھلا اور اتنی زور کے ساتھ جماعت احمدیہ کی تائید ہوئی ہے اور اکثریت کے راہنما ہونے کے دعویدار علماء کو مجرم گردانا گیا ہے اور کھلم کھلا کہا گیا ہے کہ تم دھوکے باز ہو، تم نے ظلم کیا ہے۔ تم نے قرآن کی بے عزتی کی، تم نے اسلام کی بے عزتی کی، تمہیں کوئی حق نہیں تھا۔ جب بابری مسجد والا واقعہ ہوا ہے تو بعض اخباروں نے بڑے سخت اداریئے لکھے ہیں کہ اے ملاّں! تو بابری مسجد کو روتا ہے۔ 4۔ بخشی بازار میں جماعت احمدیہ کی مسجد سے کل تو نے کیا کیا تھا؟ تجھے حق کیا ہے کہ کسی اور مسجد کی بربادی پر کسی قسم کا احتجاج کرے؟ تو ساری قوم نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قیامِ عدل کا جو نمونہ دکھایا ہے اُس سے میرا دل بنگلہ دیش کے لئے بہت راضی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر فضل فرمائے گا اور جہاں جماعت پر فضل فرمائے گا بنگالیوں پر بالعموم بھی فضل فرمائے گا۔ خدا کرے کہ ان کی سیاست اُن کو عدل پر قائم رہنے دے۔ سیاست میں جا کر عقل عموماً پھر جاتی ہے۔ اب ساری بنگالی قوم نے ہمدردی کی ہے جرأت کے ساتھ جماعت کی تائید کی ہے لیکن حکومت کو اتنی بھی توفیق نہیں ملی کہ چھوٹے لفظوں سے افسوس کا ہی اظہار کر دے۔ کوئی معذرت، کسی قسم کی شرمندگی کا کوئی احساس اگر دلوں میں ہوگا تو کہنے کی جرأت پیدا نہیں ہوئی لیکن بنگالی قوم سے کوئی شکوہ نہیں۔ بنگلہ دیشیوں نے غیر معمولی شرافت کا نمونہ دکھایا ہے اللہ تعالیٰ اُنہیں بہترین جزا دے۔ میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ آپ سب بھی اُن کے لئے دعائیں کریں۔

اب میں مالی اُمور سے متعلق مختصراً ایک دو باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے

جماعت کو غیر معمولی قربانی کی جو توفیق مل رہی ہے۔ وہ ہر میدان میں اپنے رنگ دکھا رہی ہے۔ بوسنیا کے متعلق میں نے ذکر کیا تھا اور گزشتہ خطبہ میں جس وقت میں نے بوسنیا کی سابقہ تحریک اور اس کے نتیجہ میں جماعت کی طرف سے لبیک کا ذکر کیا تو ابھی نسبتاً بہت تھوڑی مقدار میں یہ قربانی پیش کی گئی تھی لیکن جماعت کا جو ردّعمل ہے اس کا دراصل میری ذات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ وہ میری آواز سے میری طرز سے سمجھ جاتے ہیں کہ اس جگہ بہت زیادہ آگے بڑھنے کی تحریک ہے اور بعض دفعہ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اچھی نیکی کی تحریک ہے مگر اتنے بوجھ اور بھی ہیں کہ اس بات کو دھیما دھیما لو تو پہلے جب میں نے بوسنیا کا ذکر کیا تھا تو عمومی تحریکات میں ذکر کیا تھا۔ غیر معمولی زور نہیں دیا تھا گزشتہ خطبہ میں اور اس سے پہلے ایک خطبہ میں میں نے بوسنیا کا جو ذکر کیا ہے تو اس کا ردّعمل یہ ہوا ہے کہ اللہ کے فضل سے تاروں کے ذریعہ اور دوسرے برقی پیغامات کے ذریعہ فیکسز وغیرہ کے ذریعہ دنیا سے غیر معمولی قربانی کے مظاہرے ہونے شروع ہوئے ہیں اور خود انگلستان میں دوسرے روز ہی ایک خاتون مجھ سے ملنے آئیں اپنے سارے خاندان کی طرف سے چھ ہزار پاؤنڈ کا چیک پیش کیا اور راولپنڈی سے ایک مخلص احمدی ڈاکٹر نے دس ہزار ڈالر کا چیک بھجوا دیا اور ہزار ہزار، پانچ پانچ سو اس قسم کے بہت سے قربانی کے وعدے بلکہ نقد ادائیگیاں اور پھر عورتوں کی طرف سے زیوروں کی صورت میں غیر معمولی اخلاص کے اظہار ہونے شروع ہوئے ہیں جن کے نتیجہ میں ان سب کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔

میں نے ایک ذکر یہ بھی کیا تھا کہ جب تک میں اپنے ذاتی چندہ کا ذکر کیا کرتا تھا اس کی نسبت سے جماعت کے متمول لوگ اپنے چندہ کو بڑھاتے تھے۔ جب ذکر چھوڑ دیا ہے تو اس طبقہ میں کچھ کمزوری آئی ہے جہاں تک عام غرباء کا تعلق ہے یا درمیانے درجہ کے احمدی مسلمانوں کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلسل اسی طرح قربانی کر رہے ہیں لیکن امیر طبقہ کا حال یہ ہے کہ اگر اس کو خاص طور پر جھنجھوڑا نہ جائے تو بہت جلدی سوتا ہے کیونکہ مال کی کثرت مال کی محبت کو بھی بڑھاتی ہے۔ یہ قرآنی اصول ہے یہ کوئی میرے منہ کی بات نہیں۔ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ مال ایسی چیز ہے کہ اگر مال زیادہ عطاء ہو تو محبت بھی ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے بھی اس مضمون کو بڑا کھول کر قرآن کریم کی تفسیر کے رنگ میں پیش فرمایا ہے۔ ابن آدم کا پیٹ کوئی چیز

نہیں بھر سکتی۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) کا سا عالم ہے جہنم کو اس پہلو سے مال کی محبت سے ایک مشابہت ہے جہنم کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ جتنا ڈالا جائے وہ پھر کہتی ہے۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اے خدا اور بھی کچھ ہے تو اور بھی لا کیونکہ آگ کی طلب چونکہ جس چیز کو طلب کرتی ہے اس کو کھا جاتی ہے اس لئے اس کو مزید کی طلب پوری نہیں ہوا کرتی اور یہ مضمون ویسے ہی بڑا لطیف ہے آگ اپنی بقاء کے لئے ضروری ہے تو مال کی محبت بھی ایسی ہے کہ جتنا مال مل جائے وہ گویا کھایا گیا وہ اس کی آگ میں جل جاتا ہے اور لطف دینا چھوڑ دیتا ہے اس لئے زیادہ کا جو چسکا پڑا ہوا ہے وہ پھر طلب کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کا پیٹ تو کوئی چیز نہیں بھر سکتی اس کو ایک وادی دو گے تو کہے گا اب دوسری وادی بھی دو۔ غالب نے اس مضمون کو اس رنگ میں بیان کیا ہے کہ

دونو جہان دے کے، وہ سمجھے، یہ خوش رہا
یاں آ پڑی شرم کہ، تکرار کیا کریں (دیوان غالب صفحہ:۱۶۹)

خدا نے ہمیں دونوں جہان دے دیئے اور سمجھا کہ ہم خوش ہو گئے دونوں تو دے دیئے ہیں۔ اب کیا تکرار کی جائے تو ایک وادی کے بعد دوسری وادی کی طلب اور دو وادیاں مل جائیں تو پھر چار وادیوں کی طلب۔ دو جہان مل جائیں تو پھر اگلے دو جہان کے متعلق خواہش، نظر نہ آئے تو انسان چپ کر جائے تو کر جائے ورنہ دل تو یہی چاہے گا کہ دو جہان بھی کافی نہیں ہیں۔

تو یہ امیر دنیا کا حال ہے اس لئے مجبوراً ان کی خاطر میں بعض دفعہ یہ بیان کیا کرتا تھا کیونکہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ میں نے یہ دیا ہے تو پھر ان کو شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس سے بڑھ کر دکھائیں تو میں نے اللہ کے فضل سے بوسنیا کی مدّ میں ایک ہزار پہلے پیش کیا تھا۔ اب میں نے پانچ ہزار کا اضافہ کر کے چھ ہزار پاؤنڈ کر دیا ہے تا کہ ہمارے جو متموّل احمدی دنیا بھر میں ہیں ان کو یہ پیغام مل جائے۔ میں نے ایک فارمولہ یہ پیش کیا تھا کہ میں ایک کروں تو آپ سارے مل کر سو تو کریں۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ اگر صرف ۱۰۰ متموّل احمدی چھ چھ ہزار پاؤنڈ پیش کر دیں یعنی پہلے جو دیا ہے اس کو بیچ میں سے بے شک منہا کر لیں تو یہ ایک کافی رقم مہیا ہو جائے گی اور بوسنین کو ضرورت بہت زیادہ ہے۔ بعض ملک ایسے ہیں کہ ایک ایک ملک میں ستر ستر ہزار مہاجر بیٹھا ہوا ہے اور سب کچھ لٹا کر آیا ہوا ہے اور

جب بھی جماعت نے ان سے رابطہ قائم کیا ہے۔ ہر دفعہ ان کا ہمیشہ یہی جواب ملا ہے کسی جگہ بھی استثناء نہیں کہ ہاں ہمیں آپ کچھ دے رہے ہیں شکریہ، بہت ممنون ہیں، لیکن ہمارے جو مجاہد پیچھے رہ گئے ہیں ان کا خیال کریں، ان کے لئے ضرور کچھ رقم پیش کریں چنانچہ اب میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی طرف سے جو بھی رقم ملا کرے گی اس کو صرف مقامی طور پر مہاجرین کے لئے خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کی مرکزی تنظیم کے حوالے ایک حصہ کو اور بڑے حصہ کو کیا جائے گا تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق مختلف مصارف میں اس کو استعمال کریں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ جماعت کے دلوں کو بھی کھولے گا اور اس کے نتیجہ میں لازماً اپنے فضلوں کو بڑھائے گا۔ یہ جو بات ہے یہ ہے تو بڑی پختہ اور یقینی، لیکن اس کے ساتھ منسلک کر کے قربانی نہیں کرنی چاہئے لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قربانی آپ کریں گے تو آپ کی قربانی خدا کے ہاں اس دنیا میں ہی بڑھا کر واپس کی جائے گی قرضۂ حسنہ کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رکھتا اور اس دنیا میں بھی بڑھا کر دیتا ہے اور اُس دنیا میں بھی بڑھا کر دیتا ہے۔ میں نے گزشتہ سے پیوستہ خطبہ میں ایک احمدی بزرگ کا ذکر کیا تھا انہوں نے اپنے ایک خط کے ذریعہ اپنے ایک نواسے کو نصیحتیں کی ہوئی تھیں اس میں اپنے کچھ تجربے بیان کئے تھے کہ میں مالی قربانی کرتا ہوں تو یہ مجھ سے ہوتا ہے، تم بھی ہمیشہ مالی قربانیوں کے میدان میں آگے بڑھنا۔ اس کو وہ خط اتنے پیارے لگے کہ اس نے ان کی نقول مجھے بھجوائیں ان میں سے دو خطوط میں آپ کو سنانے کے لئے لے کر آیا تھا ایک تو پڑھ کر سنا دیا تھا ایک رہتا تھا جواب سنا دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں:-

۱۹۹۲-۹۳ء کا حال سنئے (یعنی پہلے اور باتیں بیان کر رہے ہیں) سیلاب سے فصل کپاس اکثر علاقوں میں تباہ ہو گئی جو سیلاب سے بچ گئی ہے اس کو بارشوں کی وجہ سے بہت کم پھل آیا ہے۔ نقصان کا اندازہ بیس فیصدی سے لے کر اسی فیصد تک لگایا گیا ہے۔ ایک دوست کی ۲۷ بھیگہ کپاس کی پہلی چنائی ۱۰ من ہوئی، وہ چندہ میں نادھند ہیں۔ میری ۹ بھیگہ کپاس کی پہلی چنائی ۲۵ من ہوئی اس سال میرا بجٹ چندہ مبلغ ۲۵۰۰ روپیہ تھا۔ پہلی چنائی سے مجھے ۴۵۵۰ روپے کی آمد ہوئی جس میں سے ۲۵۰۰ روپے چندہ مورخہ ۱۹ ر نومبر ۱۹۹۲ء کو ادا کر دیا ہے، سارے موضع میں اوسط کے لحاظ سے کپاس کے معاملہ میں میں اوّل نمبر پر ہوں۔

یہ جوصورت ہے یہ اتفاقی حادثہ نہیں ہے چندہ دینے والوں کا ساری زندگی کا یہی تجربہ ہے کہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل کو بڑھتا ہوا ہی دیکھتے ہیں چندے سے ان کے اموال میں کمی نہیں آیا کرتی۔ اللہ تعالیٰ کے دینے کے سوطریق ہیں، ہزار طریق ہیں، اتنے زیادہ ہیں کہ گن بھی نہیں سکتے اور آخرت کا حساب جوں کا توں وہیں پڑا ہوا اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ حساب اس حساب کے بدلہ میں تبدیل نہیں ہوتا۔ یہ الگ کھاتہ ہے، وہ الگ کھاتہ ہے۔ یعنی آپ یہاں روپے داخل کرواتے ہیں، یہاں بڑھتا ہے اور ساتھ وعدہ یہ ہے کہ آئندہ بڑھے گا۔ یہ تو بس ضمناً ہے صرف چکھانے کے لئے یقین دلانے کے لئے کہ ہاں میں بڑھا سکتا ہوں، تو اس خدا سے جب سودے کرنے ہیں تو پھر ڈرنے کا کیا سوال ہے۔ خدا کی راہ میں دل کھول کر قربانیاں کیا کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارشیں اپنے اوپر برستی دیکھیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضمن میں قرآن کریم کی ایک آیت کے مضمون کو جو میرے نزدیک سورۃ الزمر آیت ۴۸ ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور آیت ہوگی پیش نظر رکھ کر بہت ہی پیارے الفاظ میں دنیا کے اموال کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مضمون سے خصوصیت سے تعلق رکھنے والی جو آیت ہے وہ یہ ہے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ (الزمر: ۴۸)

کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کئے، زمین میں جو کچھ بھی ہے اور اس کے علاوہ اتنا ہی اور بھی وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اگر پیش کر سکتے ہوں اور پیش کر دیں تو کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وہ باتیں جن کا اُن کو وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ یہ کچھ ہو جائے گا وہ اب ان کے سامنے ظاہر ہوگئیں یعنی اعمال کا بدنتیجہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اموال کی محبت محض بے وقوفی اور دھوکہ ہے۔ اموال کی اصل حقیقت کچھ بھی نہیں، سوائے اس کے کہ یہ آپ کے لئے کچھ فیض پیدا کر دے۔ پس جو انسان مال کے فیض سے محروم رہے اس کے مال کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو فیض والے کاموں پر خرچ

کیا کرو۔ فرماتے ہیں:-

''جب ایک چیز کی کثرت ہو جاوے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی، پانی ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہیں مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا لیکن اگر ایک جنگل میں ہو اور کروڑ ہا روپیہ بھی پاس ہو، مگر پانی نہ ہو تو اس وقت کروڑ ہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مرتا ہے۔ دنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے جس کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے، ذراسی بیماری آ جاوے پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر سکھ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آتا۔ جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرہ ذرہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ ربوہ)

اس مضمون کو پڑھ کر یہ بات بھی سمجھ آ جاتی ہے اور بڑی پُر لطف بات ہے کہ مال کثرت سے ہو تو بھی آدمی اُس کی سے بے قدری نہیں کرتا۔ مال کو تو بہت ہی زیادہ پیار سے رکھتا ہے۔ اور بڑھاتا چلا جاتا ہے اور جو حقیقی نعمتیں ہیں، جب ان کی کثرت ہو جائے تو ان کی بے قدری شروع ہو جاتی ہے یعنی خدا کی دی ہوئی نعمتیں جن کو حاصل کرنے کے لئے دراصل مال عطا ہوتا ہے ان نعمتوں سے تو ایسی بے قدری ہے کہ آنکھیں ہی بند ہیں کچھ نظر ہی نہیں آرہا اور نہ آنکھ کے ذریعہ جو دکھائی دیتا ہے وہ سب نعمتیں ہیں۔ سانس کے ذریعے جو ہوا جاتی ہے وہ کتنی عظیم الشان نعمت ہے حواس خمسہ خود نعمتوں کے رستے ہیں اور ان رستوں سے انسان جتنی نعمتیں حاصل کرتا ہے سب سے غافل ہو جاتا ہے۔ سب سے نظریں پھیر لیتا ہے اور سویا رہتا ہے اور جو نعمت ہے نہیں بلکہ نعمت حاصل کرنے کا ذریعہ تھی اس کو چمٹ جاتا ہے اور اس سے نعمتیں حاصل نہیں کرتا یعنی خدا کی رحمتیں اور خدا کے فضل اور اس دنیا اور آخرت میں خدا کی رضا سے غافل رہتا ہے۔ یہ مضمون ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس سے سمجھ آیا اور پھر ساتھ یہ بھی کہ قیامت کے دن ہی یہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا نمونہ دنیا میں بھی دکھایا جائے گا۔ قیامت کے دن جب فرمایا کہ تم جو کچھ ہے۔ پیش کر دو پھر بھی تمہیں کوئی فائدہ

نہیں پہنچے گا۔اس دنیا میں بھی بعض حالتیں ایسی آتی ہیں کہ انسان ساری دولتیں بھی لٹا بیٹھے تو ایک گھونٹ پانی کا نصیب نہیں ہوتا۔سب کچھ اپنے علاج پر خرچ کر دے تو چین کا ایک سانس میسر نہیں آ سکتا۔ساری زندگی ہوا کی ناقدری میں گزر گئی اور آخر پر یہ معلوم ہوا کہ جب وقت آیا ہے تو اس وقت اپنی کوشش سے ہوا کے ایک سانس سے بھی مجھے سکون میسر نہیں آ سکتا تو رضاء باری تعالیٰ ہی ہے جس پر زندگی کا انحصار ہے۔اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔اسی میں دنیا کی نعمتیں بھی ہیں اور اسی میں آخرت کی بھی۔اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے۔ہمیں ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حق عطا فرمائے اور اے اہلِ بنگالہ! **میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔تم نے جس طرح میرے دل کو راضی کیا میری دعا ہے کہ اس سے ان گنت زیادہ خدا کا دل تم سے راضی ہو اور خدا تعالیٰ جب کسی کو نصیب ہو جائے تو اُسے دنیا بھی عطا ہو گئی اور آخرت بھی ہو گئی۔(آمین)**